سوال وجواب

جوازِ موسیقی

مولانا سید محمد ہاشم فاضل شمسی (لائبریرین سندھ پراونشل لائبریری کراچی) لکھتے ہیں:

"ماہنامہ تاج کراچی مورخہ ستمبر ۱۹۵۶ء میں ایک مختصر سا مضمون بجواب فاران کراچی شائع کر چکا ہوں۔ مدیر مخالف نے "سماع شریف" کہہ کر صلحائے اُمت پر طنز کیا تھا اور اس مجلس ذکر کی توہین کی تھی۔ لہذا "سماع شریف" ہی کی ذیلی سرخی کے تحت سماع پر چند سطریں لکھ دی گئیں۔ اور ارادہ تھا کہ باقاعدہ اس عنوان پر مفصل مضمون لکھوں۔ مگر شاید آپ کو اندازہ نہ ہو لاہور اور کراچی کے درمیان جو طویل بُعد مسافت ہے دونوں شہروں کے ماحول میں بھی اس سے کچھ کم فرق و دوری نہیں ہے۔ لاہور میں جہاں لامذہب یا ضعیف المذہب رہتے ہیں وہاں ایک بڑی جماعت سرفروشان مذہب کی بھی موجود ہے۔ مگر کراچی کا حال بالکل مختلف ہے۔ ان حالات میں بعض مباحات کی تائید بلکہ چند خاص مستحبات کی حمایت سے اندیشہ ہے کہ اسلام سوزی کا کام کہیں تیز تر نہ ہو جائے۔ یہ سچ ہے کہ قل من حرم زینة اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبٰت من الرزق (۲۲) سے حقیقت کا اعلان مقصود ہے کہ ہماری زندگی کا مدار طبعی حاجات کی تکمیل پر ہے اور زندگی کا اظہار چند معین حواس کے ذریعے ہوتا ہے لہذا زندگی اپنے تمام اصولی و فروعی تقاضوں کے ساتھ سراپا احتیاج ہے۔ اور اس کی ہر حاجت اور حاجت روائی کا سامان اللہ کا رزق ہے۔ ان ارزاق میں بعض طیب لذاتہ ہیں وہ حلال ہیں اور بعض خبیث لذاتہ ہیں وہ حرام ہیں اور بعض طیب لذاتہ مگر خبیث لغیرہ ہیں۔ ان کا استعمال اسی حد تک ممنوع ہے جب تک خبث کی آلائش باقی ہے۔ مثلاً طیب چیز ناجائز ذریعہ سے حاصل کی گئی یا وہ طیب چیز بعض طبعی و مزاجی حالات میں ہلاکت آفرین معلوم ہو۔ اسی طرح بعض اشیا خبیث لذاتہ اور طیب لغیرہ ہیں مثلاً مردار و شراب کہ خوف ہلاکت و موقع اضطرار میں استعمال ہوں گے۔ لہذا جن چیزوں کو بھی ہم شریعت کے حدود کے اندر رہ کر استعمال کریں گے وہ رزق طیب ہی ہوں گی۔

ہماری احتیاجات حواس کے اعتبار سے مختلف الجہات ہیں اور ہر جہت میں جو حاجت پیدا ہوتی ہے ان کی تکمیل کے لیے رزاق کریم نے ارزاق طیبہ خلق فرمائے ہیں۔ ان طیب رزقوں میں سے کسی چیز کو حرام قرار دینا قرآن مجید کے زیب عنوان امت کی مخالفت ہوگی۔ مثلاً حاسہ بصرہ کے لیے دیدہ زیب اشکال و صور اور الوان رزق

ہیں۔ حاسہ سمع کے لیے اچھی اور سریلی آوازیں رزق طیب ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ان میں سے کوئی چیز اس وقت تک حرام ممنوع نہیں ہوسکتی جب تک فواحش ما ظہر منہا و ما بطن کی آمیزش سے ان میں کدورت نہ آجائے۔ پیاری اور سریلی آوازیں خواہ حلقوم انسانی سے پیدا ہوں یا کسی اور جاندار و بے جان اشیاء سے پیدا کی جائیں۔ فواحش کی آلائش سے جب تک پاک ہیں طیب ہیں اور جس حد تک فواحش کی آلائش ہوگی ممانعت و حرمت عائد ہوتی جائے گی۔ آیت مذکورہ بالا میں موسیقی بھی داخل ہے جب تک فواحش سے پاک ہے رزق طیب ہے جب فواحش سے امتزاج ہوگا خبیث و حرام ہوجائے گی۔ قرآن کی عمومی تحلیل کا دائرہ وسیع ہے اور یہ اپنی وسعت کے ساتھ کارفرما ہے جو چیزیں اس دائرۂ حلت سے خارج ہوں گی کسی واضح دلیل سے خارج ہوں گی۔ حرمت موسیقی قرآن کی کسی آیت سے ثابت نہیں ہے۔ رہیں حدیثیں تو اصولی طور پر اخبار احاد عمومات قرآنیہ کی مخصص نہیں ہوتیں۔ خبر واحد سے قرآن کا اطلاق مقید نہیں ہوتا چہ جائیکہ قرآن مجید کی حلال کردہ چیزوں کو خبر واحد سے حرام ٹھہرایا جائے۔ موسیقی کی حلت قرآن کے عموم طیبات سے ثابت ہے اور اس کی تحریم خبر واحد سے پیش کی جائے اور اس خبر واحد کا حال یہ ہے کہ محدثین کے نزدیک قابل استدلال نہیں ہے کیونکہ محدثین کی تحقیق یہ ہے کہ حرمت غناء کے متعلق جتنی روایتیں ہیں وہ سب موضوع یا ضعیف ہیں اور اس سلسلے کی کوئی روایت حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت نہیں ہے بلکہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حلت غنا کی روایتیں ثابت ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے سماع غنا عہد نبوی کے بعد بھی ثابت ہے۔ تابعین، تبع تابعین سے حلت غناء و استماع غناء کا ثبوت ملتا ہے۔

پھر ایک ایسا مسئلہ جو عموم قرآن سے جائز ثابت ہو۔ قرآن میں اس کی ممانعت نہ ہو۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و عمل سے جائز ثابت ہو۔ صحابہ کے اعمال سے جائز ثابت ہو۔ تابعین و تبع تابعین کی تحقیق میں جائز ٹھہرے۔ محدثین کے نزدیک جائز ہو۔ کوئی شخص ضعیف و موضوع روایتوں سے اس کی حرمت کا دعویٰ کرے اور فسق و فجور قرار دے سخت حیرت کی بات ہے۔ موسیقی جب فواحش سے آمیز نہ ہو یا لہو الحدیث نہ بنے جائز ہے اور اگر اس کی غرض اللہ و رسولؐ کا ذکر ہے تو یہ سنت داؤدی ہے۔"

ثقافت فاضل مراسلہ نگار نے جن خیالات کا اظہار فرمایا ہے وہ اپنی جگہ بہت وزنی ہیں اور منکرین سماع کو بعض نئے نکات کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ موصوف نے ایک بات یہ لکھی ہے کہ:

"...... ان حالات میں بعض مباحات بلکہ چند خاص مستحبات کی حمایت سے اندیشہ ہے کہ اسلام سوزی کا کام تیز تر نہ ہوجائے۔"

اس بات نے ایک نئے مبحث کی طرف ہمیں متوجہ کیا ہے۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ فقہی مسائل میں عصری تقاضوں کا لحاظ نہایت ضروری ہے اور ادارۂ ثقافت اسلامیہ کی شروع سے یہی دعوت رہی ہے۔ اس لیے موسیقی پر گفتگو کرتے

وقت اس کے نتائج و ثمرات کو ضرور پیش نظر رکھنا چاہیئے۔لیکن اس سلسلے میں چند باتیں ضرور سامنے رکھئے :
۱۔ پہلی چیز تو یہ ہے کہ محدثین اور ان کے متبع فقہاء جب بھی مسئلہ غنا کا ذکر کرتے ہیں تو ایک طرف تو وہ اتنے صاف لفظوں میں یہ اعتراف کرتے ہیں کہ حرمت غناء پر کوئی نص موجود نہیں۔ روایات جتنی بھی ہیں وہ سب کی سب موضوع یا غایت درجے کی ضعیف ہیں۔ اس کے ساتھ وہ کچھ معذرت خواہانہ انداز اختیار کرکے یہ تشریح شروع کر دیتے ہیں جو روایات حرمت غنا کے متعلق ہیں وہ اسی غنائے متعلق ہیں جو لہو ولعب اور فسق وفجور سے وابستہ ہو لہذا جو غنا فواحش سے مقترن ہو وہ ناجائز ہے۔
سوال یہ ہے کہ جب حرمت غنا کی تمام روایات موضوع ہیں تو ان سے اس قسم کے معذرت خواہانہ استدلالات کب درست ہیں؟ بات سیدھی کرنی چاہیئے کہ گانا بجانا مطلقاً جائز ہے اور اس کی اباحت میں کوئی شک نہیں کیونکہ انبیاء، صحابہ، تابعین، تبع تابعین، مجتہدین، صلحاء سب سے اس کی اباحت ثابت ہے۔ رہا کسی خارجی وجہ سے اس کا ناجائز ہو جانا تو وہ کس چیز میں نہیں؟ اگر آپ سے کوئی نماز کے متعلق دریافت کرے تو اس کا سیدھا جواب یہ ہے کہ نماز فرض ہے۔ نکاح کے متعلق پوچھا جائے تو اس کا صاف جواب یہ ہے کہ سنت ہے (النکاح سنتی) انڈا کھانے کے متعلق سوال ہو تو جواب یہ ہے کہ مباح ہے وھلم جرا۔
ان سوالات کا جواب یہ نہیں کہ ...... ہاں نماز فرض تو ہے مگر بیت الخلا میں نماز پڑھنا یا ریاکاری کے لیے پڑھنا ناجائز ہے۔ نکاح سنت تو ہے مگر نامرد کے لیے حرام ہے۔ انڈا بے شک جائز ہے لیکن اگر کسی پڑوسی کی مرغی کا ہو تو اسے بلا اجازت کھانا دائرۂ جواز میں نہیں آتا ــــــ جواب کا یہ انداز ہمارے نزدیک درست نہیں۔ یہ "اگر، مگر، لیکن اور بشرطیکہ" وغیرہ بالکل بے ضرورت ہے بے معنی ہے۔ ہر چیز کے متعلق راست جواب یہ ہونا چاہیئے کہ "فی حد ذاتہ" وہ کیا ہے؟ یہ بالکل صحیح ہے کہ اگر کفالت کی استطاعت موجود ہو، پسندیدہ رشتہ بھی مل رہا ہو اور بدکاری میں مبتلا ہو جانے کا قوی اندیشہ ہو تو نکاح محض مباح یا سنت ہی نہیں رہتا بلکہ نماز سے بھی کچھ زیادہ فرض ہو جاتا ہے۔ اور اگر کوئی عنین (نامرد) ہو اور کفالت کی کوئی استطاعت بھی نہ رکھتا ہو تو نکاح محض مکروہ تنزیہی نہیں ہوتا بلکہ خنزیر سے زیادہ حرام ہو جاتا ہے۔ غرض اباحت سے لے کر فرض تک اور خلاف اولیٰ سے لے کر حرام مطلق تک جتنے بھی درجے ہیں وہ سب کے سب ہو سکتے ہیں۔ جیسے حالات ہوں گے ویسا فتویٰ ہوگا لیکن جب نکاح کے متعلق علی الاطلاق گفتگو ہو تو اسے فی حد ذاتہ سنت ہی کہا جائے گا۔ "اگر مگر اور لیکن" کے ساتھ اسے وابستہ نہیں کیا جائے گا اور اگر اس کے درجات ہی سے بحث کرنے کا موقع ہو تو صرف اتنا کہنا کافی نہیں کہ نکاح کبھی مکروہ بھی ہو تا ہے۔ کراہت تو صرف ایک درجہ ہوا۔ اس کے ساتھ فرضیت، وجوب، سنت مؤکدہ، مستحب اور اباحت محضہ اور پھر اس کے مقابلے میں حرمت مطلقہ، کراہت تحریمی، کراہت تنزیہی اور خلاف اولیٰ

وغیرہ سب کو بیان کرنا چاہیئے۔ صرف ایک ہی پہلو کے دو ایک درجوں پر اکتفا کر لینا کوئی منصفانہ روش نہیں۔

غنا کو حرام کہنے والوں کی روش نسبتاً سیدھی ہے۔ وہ عموماً ناجائز و حرام کہہ کر الگ ہوجاتے ہیں لیکن جواز غنا کے قائلین (خواہ وہ محدثین ہوں یا فقہا یا صوفیہ) عموماً یہ کرتے ہیں کہ اباحت کے اعتراف کے ساتھ وہی معذرت خواہانہ "اگر، مگر، لیکن، وگرنہ، بشرطیکہ" وغیرہ کا ذکر ضرور کر دیتے ہیں۔ مجھے ان کے کامل احترام کے باوجود افسوس ہے کہ ان کی اس روش سے اتفاق نہیں۔ اس کی دو وجہیں ہیں:

(الف) اگر وہ اس کی حرمت کے درجات کا ذکر ضروری سمجھتے ہیں تو اس کے مقابلے میں اباحت سے لیکر فرضیت تک کے درجات کو بھی ذکر کرنا چاہیئے۔ جس طرح خنزیر و مردار بعض اوقات حلال ہوجاتا ہے اسی طرح بعض اوقات گانا بجانا بھی اباحت کی حد سے گزر کر مستحب، سنتِ مؤکدہ، واجب اور فرض بھی ہوجاتا ہے۔ بحمداللہ چند بزرگوں کو ان درجات کے ذکر کی توفیق بھی نصیب ہوئی ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

شیخ الفقہاء الحنفیہ علامہ خیر الدین رملی لکھتے ہیں:

واما سماع السادۃ الصوفیہ فبمعزل من ھذا الخلاف بل مرتفع عن درجۃ الاباحت الی رتبۃ المستحب کما صرح بہ غیر واحد من المحققین۔

رہا صوفیۂ کرام کا گانا سننا تو وہ ان اختلافیات سے الگ چیز ہے بلکہ جواز کے درجے سے گزر کر یہ مستحب کے درجے تک پہنچتا ہے جیسا کہ بہت سے محققین نے اس کی تصریح کی ہے (فتاوی خیریہ ج ۲ ص ۱۶۹ و ص ۲۱۲)۔

شیخ محمد بن احمد مغربی طیونسی لکھتے ہیں:

"..... ایسی ہی ایک محفل میں شیخ موصوف (شیخ تقی الدین) کے ساتھ بعض ائمہ اور باخیم نے شرکت کی جس کے متعلق شیخ شہاب الدین بن عبدالطاہر کہتے ہیں کہ شیخ تقی الدین پر عالم وجد طاری ہوا۔ وہ ٹہل ٹہل کر کہہ رہے تھے (ایسے لوگوں کی محفل سماع میں شرکت تو قرب الٰہی کا ذریعہ ہے)۔ (فرح الاسماع مطبوعۂ انوار محمدی لکھنؤ ص ۱۲-۱۹)

ملا جیون تفسیر احمدی میں ناجائز محافلِ غناء کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

..... بخلاف اولیاء الحق فانہ لم یبق حدیثا لھوا فی شأنھم بل یکون ذلک وسیلۃ لرفع درجاتھم ونیل کمالاتھم۔

بخلافِ اولیائے حق کے کہ ان کا معاملہ صرف یہی نہیں کہ لہو حدیث سے الگ ہے بلکہ یہ سماع ان کی بلندی درجات اور حصول کمالات کا ذریعہ ہے۔

حضرت سید محمد گیسو دراز فرماتے ہیں:

"فتح کار من بیشتر در تلاوت و سماع بود (سیر الاولیاء) (میرا روحانی کشود یا تلاوتِ قرآن کے دوران میں ہوا یا محفلِ سماع میں)۔

حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی لکھتے ہیں :

"حضرت قدوہ کبریٰ فرمودند: حالتے کہ عارف را در سماع دست دہد وقتیکہ سالک را دراستماع نصیب گردد از صد چلہ حاصل نہ شود وازریاضات شدیدہ داصل نہ بود . . . . حضرت قدوہ کبریٰ فرمودندکہ بعض از طائفہ بہ فرضیت سماع قائل اندکالدّاء للداء۔ وبالنغمات تظہر مخاطبات الاسرار وتحرك جذبات الانوار فان السماع محرك القلوب ۔

(حضرت قدوہ کبریٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ عارف کو سماع میں جو حالت پیدا ہوتی ہے اور سالک کو گانا سننے میں جو فیض حاصل ہوتا ہے وہ سو چلّوں اور سخت ریاضتوں سے بھی میسر نہیں آتا . . . . حضرت قدوہ کبریٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ بعض گروہ صوفیہ سماع کی فرضیت کے قائل ہیں جیسے بیماری کے لیے دوا ہوتی ہے اور گانوں سے پراسرار مخاطبت ہوتی ہے اور انوار کی کشش حرکت میں آتی ہے کیونکہ سماع سے دل متحرک ہوجاتے ہیں) ۔

حضرت جنید فرماتے ہیں کہ :

" اگر زمان ،مکان اوراخوان یکجا ہوں توسماع واجب ہے " (احقاق السماع ص۲۷) ۔

مولانا بحرالعلوم کے صاحبزادے مولانا عبدالاعلیٰ لکھتے ہیں :

" چشتیہ ازفرقۂ صوفیہ سوئے وجوب وے رفتہ مشروط کردہ اندکہ مغنی ومستمع امرد نہ باشد وذوق الٰہی داشتہ باشد" (شرح مناقب رذاقیہ مولفہ ملا نظام الدین) ۔ (صوفیوں میں فرقۂ چشتیہ سماع کے وجوب کی طرف گیا ہے بایں شرط کہ گانے والا اور سننے والا امرد نہ ہو اور اس میں ذوق الٰہی موجود ہو) ۔

حضرت سید احمد کبیر رفاعی فرماتے ہیں کہ :

السماع داعیة الی الحق وهو من جملة القربات ۔ گانا حق کی طرف بلاتا ہے اور وہ تقرب الٰہی کا ایک ذریعہ ہے (جلاء الصدی فی سیرۃ امام الہدیٰ قلمی) ۔

مخدوم سید اشرف جہانگیری سمنانی لطائف اشرفی میں لکھتے ہیں کہ :

" سماع کے لیے زیادہ اولیٰ جگہ مسجد ہے "

مولانا عبدالرحمان لکھنوی پنجابی مسجد ہی میں سماع سنتے تھے اور کہتے تھے کہ :

" سماع ہماری عبادت ہے اور مسجد عبادت کے لیے مختص ہے " (عقائد العزیز)

امام احمد غزالیؒ کے متعلق بھی عقائد العزیز میں یہی لکھا ہے کہ وہ سماع کے لیے مسجد کو زیادہ موزوں سمجھتے تھے ۔

اگر سماع سے کوئی روحانی فائدہ نہ ہو اور صرف مادّی فائدے مقصود ہوں جب بھی اباحت سے لے کر فرض تک کے مختلف درجات ہوں گے ۔ بیسیوں امراض ایسے ہوتے ہیں جن کا علاج صرف موسیقی سے ہوتا ہے ۔ ملاحظہ ہو ، " اسلام اور موسیقی " صفحہ ۱۱۷ ۔

یہ چند اقتباسات ہیں جن سے یہ بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ بہت سے اہل دل، اہل علم اور اہل نظر نے سماع کے صرف حرمت کے پہلو کو ہی نہیں بیان کیا ہے بلکہ اس پہلو کو بھی اجاگر کیا ہے جس میں اباحت سے لے کر فرضیت تک سماع کے مختلف درجات ہیں۔ اب سوال صرف یہ ہے کہ عام طور پر لوگوں نے فتوائے اباحت کے ساتھ صرف حرمت ہی کے مختلف درجات کو کیوں بیان کیا؟ ساتھ ہی اباحت کے مختلف درجات کا ذکر بھی کیوں نہ کیا؟

۲۔ دوسری وجہ اختلاف ہمیں ان بزرگوں سے یہ ہے کہ یہ حضرات ہمیشہ موسیقی کے ذکر کے ساتھ اس کے قبیح لغیرہ ہونے کے اسباب کا ذکر بھی تفصیل سے ضروری سمجھتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ مثلاً "اگر غنا و موسیقی کے ساتھ فواحش و منکرات ہوں یا یہ فرائض سے غافل کر دیں یا ناجائز لہو، شراب، زنا وغیرہ کی محفل ہو یا شہوت انگیز مضامین گائے جائیں یا عورتیں اور امارد موجود ہوں یا کسی مسلمان یا ذمی کی ہجو[1] ہو وغیرہ وغیرہ تو ایسی موسیقی ناجائز و حرام ہے۔"

سمجھ میں نہیں آتا کہ غنا کے ساتھ ان فواحش کا خواہ مخواہ ذکر کر کے اصل مسئلے پر پردہ ڈالنے کی کیا ضرورت پیش آجاتی ہے؟ ان چیزوں کا ذکر باب الفواحش میں ہونا چاہیئے۔ صرف موسیقی سے ان کو نتھی کرنے سے غرض کیا ہے؟ یہ فواحش تو جس جگہ بھی ہوں گے اور جس محفل یا جس چیز کے ساتھ وابستہ ہوں گے وہ ناجائز ہوگی۔ پھر سوال یہ ہے کہ اور احکام کے ساتھ ان فواحش کا ذکر کیوں نہیں کرتے؟ یہ کیوں نہیں کہتے کہ اگر شرح وقایہ کے بعض حصے پڑھنے سے شہوت پیدا ہو۔ — اس کے بعض حصے ایسے بھی ہیں جو سماع سے زیادہ ہیجان انگیز ہو سکتے ہیں —— تو اس کا پڑھنا ناجائز ہے؟ یہ کیوں نہیں لکھتے کہ اگر مسجد میں امارد آئیں اور اس سے خراب جذبات پیدا ہوں تو مسجد میں آنا جائز نہیں؟ یہ کیوں نہیں فرماتے کہ عورتوں کو دیکھ کر یا ان کی آواز سن کر ہیجان انگیز خیالات آئیں تو ان کی گواہی حرام ہے؟ یہ فتویٰ کیوں نہیں دیتے کہ اگر امرد طلبہ مدرسوں میں پڑھنے آئیں تو انہیں علم دین مت پڑھاؤ بلکہ انہیں خارج کر دو یا مدرسے کو بند کر دو؟ یہ ساری باتیں موسیقی ہی کی طرح کثیر الوقوع ہیں۔ پھر ان فواحش کا ذکر خاص طور پر محافل موسیقی کے ساتھ کرنے کا مقصد کیا ہے؟ اگر کسی محفل میں یہ فواحش ہوں اور وہاں موسیقی کا نام و نشان بھی نہ ہو اور ایک شعر بھی کسی کی زبان پر نہ آئے تو کیا وہ محفل جائز ہو جاتی ہے؟ اور کیا اگر نثر میں گفتگو کے طور پر کسی مسلمان یا ذمی کی ہجو ہو تو وہ دائرہ جواز میں آجاتی ہے؟ کیا کوئی غنا بغیر فواحش کے یا کوئی فحشا بغیر موسیقی کے نہیں ہوتا؟ جتنے درجات کراہت موسیقی کے ہیں اتنے ہی اباحت غنا کے بھی ہیں۔ پھر خاص طور پر درجات کراہت ہی کو ذکر موسیقی کے ساتھ لپیٹے رہنے کا مطلب کیا ہے؟ اسی کے ساتھ ساتھ درجات اباحت کا ذکر کیوں نہیں کیا جاتا؟

شہوت کوئی بری چیز نہیں۔ یہ خدا کی نعمت ہے۔ یہ بری اس وقت ہوتی ہے جب اس کا مصرف غلط لیا جائے۔ ہمارے

---

[1] اسلامی رواداری کی یہ انتہا ہے کہ فقہاء ایسے اشعار گانا بھی ناجائز بتلاتے ہیں جس میں کسی ذمی کا ذم ہو۔ دیکھئے فتح القدیر۔

دَور کے بعض نہایت صوفی و متقی فقہاء نے اپنی دینی کتابوں میں امساک کے تعویذ اور طلا کے نسخے بھی لکھے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کا مقصد قوت جنسی میں اضافہ کرنا ہی ہے لیکن ہم اس پر معترض ہونے کا حق نہیں رکھتے کیونکہ یہ اضافہ کوئی فعل حرام نہیں۔ حرام صرف اس وقت ہوگا جب اس کا مصرف غلط لیا جائے۔ سوال یہ ہے کہ اسی نقطۂ نظر سے موسیقی کو بھی کیوں نہیں دیکھا جاتا؟ اگر اس سے جنسی ہیجان بھی پیدا ہو —— جو استعمال طلا کے ہیجان سے بہرحال کم ہوگا —— تو یہ کوئی گناہ نہیں بلکہ کم قوت لوگوں کے لیے یہ اسی طرح ضروری ہے جس طرح مقوی گولیاں اور محرک دوائیں اور عمدہ طلا ہاں اگر اس سے مصرف غلط لیا جائے گا تو ناجائز ہوگا۔

یہ ساری باتیں عرض کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ غنا و موسیقی کے متعلق جب بھی مطلق سوال ہو تو اس کا مطلق جواب ایک اور صرف ایک ہے کہ اس کی اباحت و حلت و جواز پر ہمیشہ سے اجماع اُمت رہا ہے جیسا کہ شیخ محمد بن احمد مغربی طیونسی اپنی کتاب فرح الاسماع[1] میں اور امام کمال الدین ادفوی اپنی الامتاع میں لکھتے ہیں۔ اور اگر سوال کسی خاص حالت یا شرط کے ساتھ ہو تو اس کے مطابق جواب دینا چاہیئے۔ اور اگر مطلق سوال کے ساتھ دوسرے مقتضیات و شرائط کا ذکر بھی ضروری ہو تو انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ کراہت و حرمت کے درجات کے ساتھ اس کے تمام درجاتِ اباحت و وجوب کا بھی ذکر کرنا چاہیئے۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ جہاں موسیقی کا ذکر آیا اور خطرے کی گھنٹی بجنی شروع ہوگئی اور عدم جواز کے تمام پہلو اجاگر ہونے شروع ہوگئے۔ ہمیں اس روش سے مؤدبانہ اختلاف ہے خواہ کوئی محدث اسے اختیار کرے یا فقیہہ یا صوفی۔

ہمارے نزدیک موسیقی، غنا، قوالی، سماع یا گانے بجانے کے متعلق سوال کا صرف ایک سیدھا سادا جواب ہے کہ فی حدِ ذاتہ اس کی مطلق حلت و جواز و اباحت پر عہد نبوی سے لے کر آج تک اجماعِ اُمت رہا ہے۔ البتہ خارجی اسباب کی وجہ سے وہ جس طرح خلاف اولیٰ، مکروہ تنزیہی، مکروہ تحریمی اور حرام ہو سکتا ہے اسی طرح مباح، مستحب، سنتِ موکدہ، واجب اور فرض بھی ہو سکتا ہے۔

یہ کہنا بھی کچھ زیادہ وزن نہیں رکھتا کہ عام طور پر موسیقی سے ناجائز ہی مصرف لیا جاتا ہے اس لیے اس کی حرمت ہی پر زور دینا چاہیئے۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کہا جائے کہ عام طور پر جنسی قوت سے ناجائز ہی مصرف لیا جاتا ہے لہٰذا لوگوں کو نامرد ہو جانے پر زور دینا چاہیئے۔ بلکہ اس سے آگے یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ عام طور پر نماز ریاکاری سے پڑھی جاتی ہے لہٰذا ترکِ نماز پر زور دینا چاہیئے۔ بلکہ کہنے والا یوں بھی کہہ سکتا ہے کہ خلافتِ راشدہ کے بعد سے آج تک عام طور پر اسلام کو غلط ہی استعمال کیا جاتا رہا ہے اس لیے کفر پر زیادہ زور دینا چاہیئے۔ اس طرح

---

[1] اسلام اور موسیقی، ص۴ میں یہ حوالہ موجود ہے اور ثقافت ماہ اگست میں اصل عبارت بھی درج ہے۔

کے استدلالات اہل علم کو زیب نہیں دیتے۔ مسئلہ جوں کا توں ہی بیان کرنا چاہیئے البتہ خاص حالات میں خصوصی فتوے بھی دیئے جا سکتے ہیں۔ لیکن وہ مخصوص زمان و مکان یا احوال و ظروف کے ساتھ ہی وابستہ رہیں گے۔ عمومی فتوے نہ ہوگا۔ اگر حالتِ اضطرار میں مردار کھانے کی اجازت دی جائے تو اسے عمومی فتویٰ بنانا صحیح نہ ہوگا۔ عمومی فتویٰ حرمت ہی کا رہے گا۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ امام عبدالغنی نابلسی نے نہ فقط گانے کے متعلق بلکہ آلاتِ مطربہ یعنی سازوں کے بارے میں بھی صاف صاف یوں لکھ دیا ہے کہ:

فان لم تکن لاجل التلهی فلیست بحرام بل هی مباحة حینئذ لجمیع المسلمین والمؤمنین سواء کانوا من العامة القاصرین او من الخاصة الکاملین ولا یکتم هذا الحکم عن احد مطلقاً۔ (ایضاح الدلالات فی سماع الآلات ص۱۱)

اگر ساز لہو کے لیے نہ ہوں تو یہ حرام نہیں بلکہ تمام مومن و مسلم کے لیے جائز ہے خواہ وہ ناقص عوام ہوں یا کامل خواص۔ اور اس حکم کو کسی سے بھی پوشیدہ نہیں رکھنا چاہیئے۔

لہو کے معنی خود امام عبدالغنی نابلسی نے وضاحت کے ساتھ لکھ دیئے ہیں اور ہم اسے گذشتہ شمارے میں بھی لکھ چکے ہیں کہ لہو صرف اس وقت ہوگا جب اس کی وجہ سے کوئی فرائض سے غافل ہو جائے یا منکرات میں مبتلا ہو جائے۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ لہو بھی قطعاً مباح ہے۔ ہم پچھلے شمارے میں بھی لکھ چکے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا کہ ان الانصار یعجبہم اللہو (انصار کو لہو سے دلچسپی ہے) پھر حضورؐ نے ایک مغنیہ (زینب) کو انصار کے ہاں جا کر اپنا ہنر موسیقی دکھانے کا حکم دیا۔

اس موقعے پر ذرا یہ ذہن نشین رہے کہ امام مالکؒ کے نزدیک دف بجا کر اعلان کرنا صحتِ نکاح کی شرط ہے یعنی محض مباح نہیں بلکہ واجب ہے۔

غرض امام عبدالغنی نابلسی بھی اسے پسند نہیں فرماتے کہ گانے بجانے کی اصل حلت کو کسی مسلمان سے پوشیدہ رکھا جائے۔ ہم بھی اسی کو انسب سمجھتے ہیں اور اس میں صرف اتنا اضافہ کرتے ہیں کہ اگر اس کی کراہت کے مختلف درجات کی وضاحت کی جائے تو اس کی اباحت کے مختلف مدارج کو بھی وا شگاف لفظوں میں ظاہر کر دینا چاہیئے۔

آخر میں ایک بات اور عرض کرنی مناسب سمجھتا ہوں کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کو گانے بجانے سے کوئی دلچسپی نہیں اور انہیں اس سے کوئی روحانی کیف حاصل نہیں ہوتا بلکہ الٹی کوفت و انقباض ہوتا ہے۔ انہیں فی الواقع اس سے اجتناب ہی کرنا چاہیئے۔ اگر کسی کو گوشت پسند نہیں یا اسے نقصان کرتا ہے تو اسے کون مجبور کر سکتا ہے کہ چونکہ گوشت سید الطعام ہے اور "سنت" ہے اس لیے ضرور کھاؤ؟ اس کے لیے تو یہ بہتر ہی اولیٰ ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اسے کسی دوسرے کو اس سے روکنے کا ——— اور خصوصاً ناجائز کہہ کر روکنے کا ——— قطعاً کوئی حق نہیں پہنچتا۔ یہ ایک صریح شرعی جرم ہے۔ اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو کوئی ذوق نہیں بلکہ گانے بجانے سے دلچسپی رکھتے ہیں اور اس کا کوئی غلط مصرف لینے کا اندیشہ بھی نہیں۔ اس کے باوجود وہ گانے بجانے سے اجتناب کیا

کرتے ہیں۔ یہ ان کا ذاتی فعل ہے۔ وہ اگر کوئی اچھی نیت رکھتے ہیں اور کسی غلط تقوے کا غرور نہیں رکھتے تو بہت ممکن ہے وہ عنداللہ ماجور ہوں۔ لیکن وہ اگر اسے حرام بتانے لگیں تو یہ ان کی کم علمی ہوگی اور اگر کم علمی نہیں تو ماجور ہونے کی بجائے ماخوذ ہونے کا اندیشہ ہے۔

ایک بات اور بھی سن لیجئے۔ ہمیں موسیقی بلکہ سازوں کی مطلق اباحت پر اجماعِ اُمّت ہونے میں رائی برابر بھی شک نہیں رہا ہے۔ اس لیے اب اس کے مطلق جواز پر مزید دلائل پیش کرنے اور بحث کرنے کی ہم کوئی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ اب جسے گفتگو کرنی ہو وہ اس کے درجاتِ اباحت —— استحباب، سنّیت اور وجوب وغیرہ —— پر گفتگو کرے۔ یہ معلوم کرنے کے بعد کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع پر گانا سنا ہے اور بعض موقعوں پر اس کا حکم بھی دیا ہے[1] کسی اور ہستی کی پناہ لینے کی ضرورت نہیں۔ رہے ماوشما کے اقوال و افعال تو یہ اختلافات کسی اعتنا کے مستحق نہیں۔ اجماع کے یہ معنی نہیں کہ اس میں کسی ایک فردِ اُمّت کا بھی اختلاف نہ ہو۔ ایسا مسئلہ تو دنیا میں کوئی بھی موجود نہیں جس میں کسی نے کوئی اختلاف ہی نہ کیا ہو۔ اسی لیے امام احمد بن حنبلؒ نے صاف لفظوں میں فرما دیا ہے کہ: من ادعی الاجماع فھو کاذب (جو شخص کسی مسئلے میں اجماع کلّی کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے)۔ آج تک طریقۂ نماز و حج وغیرہ پر تو اجماع امت ہو نہیں سکا تو اور کس مسئلے پر ہوگا؟

ہاں یہ صحیح ہے کہ ایک دَور کے اجماع کو دوسرے دَور کا اجماع بدل سکتا ہے کیونکہ تغیرِ احوال سے مسائل میں بھی تغیر پیدا ہو جاتا ہے لیکن موسیقی تو ایک ایسا مسئلہ ہے جس کی حلّت پر عہدِ نبوّت سے لے کر آج تک ہر دور میں ویسا ہی اجماع رہا ہے جیسا خلافتِ راشدہ کی راشدیت پر۔ اختلاف کرنے والوں نے تو ایک ایک خلیفۂ راشد کی خلافت سے بھی اختلاف کیا ہے لیکن یہ اختلاف ہمارے نزدیک نہ اجماعِ امت کو توڑ سکتا ہے نہ یہ اختلاف قابلِ اعتنا ہے۔

بے شک تغیرِ احوال سے مسائل بدل جاتے ہیں اور اس کلیئے سے موسیقی بھی مستثنےٰ نہیں لیکن اگر یہ کسی وقت خاص حالات میں خلافِ اولیٰ سے لے کر حرام تک ہو سکتی ہے تو ویسے ہی دوسرے حالات کی وجہ سے مباح سے لے کر واجب تک بھی ہو سکتی ہے۔ اس سے انکار کی گنجائش نہیں۔ یہاں سوال صرف فی حد ذاتہٖ مباح ہونے کا ہے۔ اور ہم اسی کے بارے میں یہ عرض کر رہے ہیں کہ اس پر ہر دَور میں اجماعِ امت رہا ہے۔ اس حقیقتِ ثابتہ کے دلائل میں ہم نے ائمۂ مجتہدین و صوفیہ وغیرہ کے اقوال پیش کئے ہیں۔ اگر کسی کو طنز و طعن کرنا ہو تو ان پر کرے اگر وہ اس کی جرأت کر سکتا ہو۔

آپ نے ماہنامہ "فاران" کے جواب میں جو کچھ لکھا ہے وہ میری نظروں سے نہیں گزرا ہے لیکن یقین ہے کہ

---

[1] یہ تمام روایات کچھ گزشتہ قسطوں میں آ چکی ہیں اور کچھ آیندہ آئیں گی۔

آپ نے علمی ہی گفتگو فرمائی ہوگی۔ لیکن اس قسم کے "ماہنامے" اور "ہفت روزے" صرف جرنلزم اور صحافت کے ماہر ہیں جو اپنے حق میں یا دوسروں کے خلاف اچھا پروپیگنڈا تو کر سکتے ہیں لیکن علمی اور سنجیدہ گفتگو ان کا میدان نہیں۔ ان کے عدل و انصاف کا اندازہ اس سے فرما لیجئے کہ میری کتاب "اسلام اور موسیقی" کو پڑھے بغیر صرف نام سن کر ایک طنز نامہ لکھ مارا۔ لیکن یہ کبھی توفیق نہیں ہوئی کہ ان کی سیاسی پارٹی کے جس شخص نے استمنا بالید، وطی فی الدبر اور متعہ وغیرہ کے جواز کا فتویٰ دیا اس پر ایک حرف بھی لکھتے یا اب (الیکشن کی خاطر) جھوٹ بولنے کے جواز بلکہ وجوب پر جو خامہ فرسائی کر کے اسلامی اقدار کو رسوا کرنے کی کوشش کی ہے اس پر بھی لب کشائی کرتے۔ یہ حضرات ہر مسئلے کو ایسی شخصیتوں کی عینک لگا کر دیکھنے کے عادی ہیں جن کے "مزاج شناس رسول" ہونے پر ایمان لا چکے ہیں۔ آپ ان حضرات سے الجھ کر اپنا وقت کیوں ضائع کرتے ہیں؟ جن لوگوں کا سارا اسلام سمٹ کر صرف بیلٹ بکس میں آ گیا ہے اور اب اس کعبۂ مقصود کی راہ میں رقم زکوٰۃ دینی ضروری ہو گئی ہے ——— (بہت ممکن ہے کہ آئندہ قبلۂ نماز بھی یہی بیلٹ بکس ہو جائے) ——— ان سے آپ دینی تحقیقات کی توقع ہی کیوں رکھتے ہیں؟ ان کے پاس دلائل کا کوئی جواب نہیں ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا اس لیے اپنی علمی و استدلالی بے بضاعتی کے خلا کو صرف طنز و استہزا اور بے وزن پروپیگنڈے ہی سے پُر کرنے کی سعی فرما سکتے ہیں۔ (محمد جعفر)

اسلام اور موسیقی

مصنفہ شاہ محمد جعفر ندوی

تمام ذوقِ جمال رکھنے والے انسان حسنِ صورت کو جلوۂ الٰہی اور حسنِ صوت کو غذائے روح کہتے ہیں۔ اس فکر انگیز موضوع پر قابلِ قدر اور قابلِ غور معلومات کا نادر اور بیش بہا ذخیرہ۔

صفحات ۲۱۶ - قیمت ۳/۱۲ روپے

ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ۔ کلب روڈ لاہور